www.rahimia.org

بانی : حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری
قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ السَّعِید مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیرِ اعلیٰ : حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

نومبر 2025ء / جمادی الاولیٰ ۱۴۴۷ھ

جلد نمبر 17، شمارہ نمبر 11 قیمت : 30 روپے • سالانہ ممبرشپ : 350 روپے

مجلس ادارت

سرپرست : ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر : مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر : محمد عباس شاد

ترتیبِ مضامین

- قبلہ کی تبدیلی کے دیگر مقاصد و اہداف
- باہمی دینی تعلق کا ثمر
- حضرت عُتبہ بن غزوان بن جابر مازنی رضی اللہ عنہ
- سانحۂ مُرید کے؛ مذہب کے استحصال اور ریاستی جبر کی روایت کا ایک اَور شاخسانہ
- ’’عقل‘‘ سے متعلق احوال؛ احادیث کی روشنی میں (3)
- عثمانی سلطنت کے چھٹے حکمران؛ مراد ثانی (2)
- پاکستان کا معاشی ماڈل
- پاکستان، افغانستان کے درمیان فوری جنگ بندی
- امن؛ انسانیت کی بنیادی خصوصیت ہے
- بنی اسرائیل اور موجودہ سامراج کی عہد شکنیاں
- سامراج کے ایما پر مسلمانوں کا قتلِ عام میں شریک ہونا
- اسرائیل کا فلسطینیوں پر بہیمانہ ظلم اور قتل و غارت
- حضرت مولانا حکیم محمد معاذ پیرزادہؒ
- سالانہ جائزہ (امتحان) علومِ قرآنیہ کورس
- مشکل حالات میں چند نُفوسِ قدسیہ نے دارالعلوم دیوبند قائم کیا
- ’’رحیمیہ مطبوعات لاہور‘‘ کی جانب سے نئی پیش کش: کتاب ’’دارالعلوم دیوبند‘‘

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا
شاہ عبدالقادر
رائے پوری قدس سرہ
مسند نشینِ ثانی
خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

’’کوئی طریقِ خاص (دین کی تبلیغ کے لیے) مقرر نہیں۔ تبلیغ کرنی چاہیے اور ذُورائے (صاحبِ رائے) سمجھ دار جب اس پر (توجہ دینے) لگ جائیں گے تو (زمانہ کی) ضرورت کے مطابق اپنا راستہ (طریقۂ کار خود ہی) نکال ہی لیں گے۔

اصل (با مقصد) تبلیغ کا وقت، انسان کا اس وقت ہوتا ہے، جب اس پر آثارِ ذکرِ (الٰہی) طاری (غالب) ہوجائیں اور ان میں پختگی (استقامت) سی آجائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے (جن) بعض (افراد) سے (تبلیغ کا) کام نہیں لینا ہوتا تو وہ تنہائی کے ہی ہو لیتے ہیں (اور مصروفِ عبادت رہتے ہیں) اور جن (حضرات) سے (یہ) کام لینا ہوتا ہے، ان کی طبیعت میں خود بہ خود (بغیر کسی تکلف کے باطن کے تقاضے سے) جوش اُٹھتا ہے اور (شعور و اِخلاص کے ساتھ) تبلیغ، ان کی ہی تبلیغ ہوتی ہے۔ اس تبلیغ کا ان کو اور لوگوں کو بے حد نفع ہوتا ہے‘‘۔

(۶؍محرم الحرام ۱۳۶۶ھ/ یکم؍دسمبر 1946ء، بروز: اتوار۔ مقام: لدھیانہ)
(ارشاداتِ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص:235، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

اِدارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ رجسٹرڈ) لاہور

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

www.rahimia.org

قبلہ کی تبدیلی کے دیگر مقاصد واہداف

سورت البقرہ کی آیت 143 میں قبلہ کی تبدیلی کے اَغراض و مقاصد بیان کیے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ انسانیت کے لیے معتدل اور متوسط نظامِ فکر و عمل پر ایک جماعت کی تربیت کے لیے بیت اللہ الحرام کو قبلہ بنانا ضروری ہے۔ دوسرا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ تحویلِ قبلہ سے آپ ﷺ کی اتباع کرنے والوں کا امتحان مقصود تھا کہ کون اپنی طبیعت کے خلاف احکاماتِ خداوندی کی پابندی کرتا ہے؟ اور تیسرا مقصد یہ بھی ہے کہ احکاماتِ خداوندی کے تغیر و تبدیلی میں ملتِ ابراہیمیہ کے کل انسانیت گیر آفاقی اُصولوں کو پیشِ نظر رکھا گیا۔ اس سے ایمان اور نماز وغیرہ عبادات ضائع نہیں ہوتیں۔

وَ اِنۡ کَانَتۡ لَکَبِیۡرَۃً اِلَّا عَلَی الَّذِیۡنَ ہَدَی اللّٰہُ ؕ (اور بے شک یہ بات بھاری ہوئی مگر ان پر جن کو راہ دکھائی اللہ نے): مہاجرین صحابہ کرامؓ کے قلوب میں بیت اللہ الحرام کی فطری محبت اور عظمت موجود تھی۔ اُن کے لیے بہت بڑا امتحان تھا کہ انھیں بیت اللہ الحرام کے بجائے سترہ مہینے تک بیت المقدس کی جانب رُخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا تھا اور انصارِ مدینہ اور یہودیوں میں سے مسلمان ہونے والوں کے دلوں میں طبعی طور پر بیت المقدس کی محبت موجود تھی۔ ان کا امتحان یہ تھا کہ انھیں بیت المقدس سے ہٹا کر بیت اللہ الحرام کی طرف رُخ کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس طرح تحویلِ قبلہ کا حکم ان پر بھاری تھا۔ حضرت شیخ الہندؒ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں: ''اوّل سے آپ ﷺ کے لیے خانۂ کعبہ' قبلہ مقرر ہوا تھا۔ بیچ میں چند عرصے کے لیے امتحاناً بیت المقدس کو قبلہ مقرر فرمایا۔ اور سب جانتے ہیں کہ امتحان اسی چیز میں ہوتا ہے جو نفس پر دُشوار ہو۔ سو! حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ: بے شک بجائے کعبہ کے بیت المقدس کو قبلہ بنانا لوگوں کو بھاری معلوم ہوا، عوام مسلمین کو تو اس وجہ سے کہ وہ عموماً عرب اور قریش تھے اور کعبہ کی افضلیت کے معتقد تھے، ان کو اپنے خیال اور رسم و عادت کے خلاف کرنا پڑا۔ اور خواص کے گھبرانے کی یہ وجہ تھی کہ ملّتِ ابراہیمی کے خلاف تھا، جس کی موافقت کے مامور تھے اور اخصُّ الخواص — جن کو ذوقِ سلیم اور تمیزِ مراتب کی لیاقت عطا ہوئی تھی — وہ کعبہ کے بعد بیت المقدس کی طرف متوجہ ہونے کو ترقیٔ معکوس خیال کرتے تھے۔

مگر جن حضرات کو حکمت و اَسرار تک رسائی تھی اور حقیقتِ کعبہ اور حقیقتِ بیت المقدس کو بہ نورِ فراست جدا جدا مع فرقِ مراتب سمجھتے تھے، وہ جانتے تھے کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ تمام انبیا علیہم السلام کے کمالات کے جامع اور آپؐ کی رسالت جملہ عالَم اور تمام اُمتوں کے لیے شامل ہے، اس لیے ضرور ہے کہ استقبالِ بیت المقدس کی بھی نوبت آئے۔ یہی وجہ ہے کہ شبِ معراج میں تمام انبیائے سابقینؑ سے ملاقات بھی ہوئی اور اس کے بعد استقبالِ بیت المقدس کا بھی حکم ہوا واللہ اعلم''۔

وَ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِیۡعَ اِیۡمَانَکُمۡ ؕ (اور اللہ ایسا نہیں کہ ضائع کرے تمھارا ایمان): اس آیت کے حوالے سے امام بخاریؒ نے ''کتاب الإیمان'' میں ایک باب ''باب الصلاۃ بالإیمان وقول اللّٰہ عزّ وجل: ''وما کان اللّٰہ لیضیع إیمانکم''، یعني: صلاتکم عند البیت'' (نماز بھی ایمانیات میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: اللہ تمھارے ایمان کو ضائع نہیں کرتا، یعنی: بیت اللہ کے پاس تمھاری نمازوں کو ضائع نہیں کرے گا) قائم کیا ہے۔ اس کے ذیل میں امام بخاریؒ ایک حدیث لائے ہیں کہ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ: ''قبلہ تبدیل ہونے سے پہلے بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے کے زمانے میں جو مسلمان فوت اور شہید ہوگئے، ہمیں نہیں معلوم کہ ہم اُن کے بارے میں کیا کہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ''اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو ضائع نہیں کرے گا''۔ (صحیح بخاری، حدیث: 40)

حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں: ''یہود نے کہا کہ: کعبہ' قبلۂ اصلی ہے تو اتنی مُدّت کی نماز جو بیت المقدس کی طرف پڑھی تھی ضائع ہوئی۔ بعض مسلمانوں کو شبہ ہوا کہ بیت المقدس جب قبلۂ اصلی نہ تھا تو جو مسلمان اسی حالت پر مر گئے، ان کے ثواب میں نقصان رہا۔ باقی زندہ رہنے والے تو آئندہ کو مکافات (اس نقصان کو پورا) اور اس کا تدارُک کر لیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ: جب تم نے بیت المقدس کی طرف نماز محض مقتضائے ایمانی اور اطاعتِ حکمِ خداوندی کے سبب پڑھی تو تمھارے اجر و ثواب میں کسی طرح کا نقصان نہ ڈالا جائے گا''۔

اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ (بے شک اللہ لوگوں پر بہت شفیق نہایت مہربان ہے): اس لیے اب بیت اللہ الحرام کی طرف قبلہ مستقل طور پر مقرر کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ عرب لوگوں کی جبلت اور فطرت میں بیت اللہ الحرام کا احترام فطری اور طبعی طور پر رکھا گیا ہے۔ اگر انھیں ہمیشہ کے لیے اُس سے توجہ ہٹا کر بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دیا جاتا تو گویا انھیں اپنی فطرت کے خلاف شریعت کا پابند کیا جاتا۔ اس طرح فطری طور پر انسانی طبیعت میں قوتِ ایمانی ضائع ہونے کا اندیشہ تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں مستقل طور پر بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے کا اُن کی فطرت کے خلاف حکم نہیں دیا۔ اس لیے کہ کسی قوم کے متبع لوگ شریعت کے ہر حکم کی پوری حکمت کو سمجھنے میں یکساں نہیں ہو سکتے۔ جب کسی قوم کے افراد کسی حکم کی شرعی حکمت کے بارے میں طبعی طور پر شک میں مبتلا ہوں تو اُن کی قوتِ ایمانی کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور ان کی اجتماعی قوت ٹوٹ جاتی ہے اور مورال جاتا رہتا ہے۔ اسی لیے شریعت اپنے احکامات جاری کرنے میں لوگوں کی اُس جبلت اور فطرت کو بھی سامنے رکھتی ہے، جس پر اُن کی نشو و نما اور پرورش ہوئی ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ، ج: 1، ص: 260) عربوں کی فطری نشو و نما بیت اللہ الحرام کی احترام اور عظمت پر مبنی تھی، اس لیے اُن کے فطری تقاضے کے مطابق ہمیشہ کے لیے بیت اللہ الحرام کو قبلہ بنانے کا حکم دیا گیا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں پر بہت شفیق اور مہربان ہے، تاکہ لوگ فطری اجتماعی جذبے سے سرشار ہو کر شریعت کے احکامات کو پوری اجتماعی قوت کے ساتھ عمل میں لائیں۔

www.rahimia.org

درسِ حدیث

از: مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

باہمی دینی تعلق کا ثمر

عَنْ أَبِي هُرِيرَةَ رضؓ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ''إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أَيْنَ الْمُتَحَابُّونَ بِجَلَالِي؟ اَلْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ فِي ظِلِّي، يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي''.

(صحیح مسلم، حدیث نمبر 2566)

(حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، کہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے وہ لوگ کہاں ہیں جو میری عظمت کی خاطر آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ آج میں انھیں اپنے سایہ میں جگہ دوں گا، جب کہ آج میرے سائے کے علاوہ کوئی سایہ ہی نہیں ہے''۔)

باہمی سماجی تعلقات کی رہنمائی کے لیے زیرِنظر حدیث نہایت اہم ہے۔ روزِ قیامت کہ جب نفسانفسی کا عالم ہوگا، ہر شخص کو اپنے انجام کی فکر ہوگی، ایسی دِہلا دینے والی فضا کا تذکرہ کرکے رسول اللہ ﷺ اللہ کی طرف سے انسانوں کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ دنیا میں انسانوں کا رضائے الٰہی کے لیے باہمی اُلفت والا تعلق کامیابی کے حصول کا سبب بنے گا۔

اس وصف کی وَجہ سے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جو لوگ آپس میں محض میری وَجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے، ان کا باہمی تعلق دینی فکر و عمل کی وَجہ سے تھا تو وہ میرے قریب آجائیں، آج میں ان کو اپنے عرش کے سائے تلے جگہ دوں گا۔ حضورؐ کے ایک اَور فرمان کے مطابق وہ دو شخص جو اللہ کے لیے دوستی کریں، اس کے لیے جمع اور جدا ہوں، یعنی دینی تعلق کی وَجہ سے وہ آپس میں ملتے تھے اور دوسرے کا صحیح دینی نظریہ نہ رہنے سے تعلق ختم کرلیتے تھے۔ اس سے ان کا مقصود روزِ قیامت اللہ کی رضا کا حصول ہو، تو محشر کی مشکل گھڑی میں اللہ تعالیٰ انھیں اپنے عرش کے سائے تلے جگہ دیں گے۔

اسی مضمون کی ایک اَور حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ روزِ قیامت سات لوگوں کو اپنے عرش کے سائے تلے جگہ دیں گے کہ جس دن اللہ کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے جس پہلے شخص کا بیان کیا، وہ ایسا عادل حکمران ہوگا جو خدا کی مخلوق سے عدل و انصاف اور شفقت و رحمت والا معاملہ کرتا تھا۔

مذکورہ احادیث ہمیں یہ رہنمائی دیتی ہیں کہ ہمارے باہمی تعلقات کی بنیاد کیا ہونی چاہیے؟ اُخروی فلاح کو نظرانداز کرکے محض دُنیوی مفاد کے تحت باہمی تعلقات قائم کرنا مؤمنانہ اوصاف کے خلاف ہے، جب کہ محبت الٰہی کی بنیاد پر قائم رشتہ مؤمن کو روزِ محشر اللہ کی مہربانی کا مستحق بنا دے گا۔ اس حدیث میں ایک مخفی حکمت یہ ہے کہ انسان جن لوگوں سے قریبی تعلق قائم کرتا ہے تو وہ تعلق انسان کے فکر و عمل، طور طریقوں اور معمولاتِ زندگی پر لازمی اَثر ڈالتا ہے۔ یہ تسلیم شدہ اَمر ہے کہ نیک لوگوں کا ساتھ انسان کو نیک اور بُرے لوگوں کا ساتھ بُرا بنا دیتا ہے۔ اس لیے دینی مصلحت کے پیشِ نظر قائم کیا ہوا رشتہ راہِ ہدایت کے حصول اور اُخروی فلاح کا ذریعہ بنتا ہے۔

صحابہؓ کا ایمان افروز کردار

مولانا قاضی محمد یوسف، حسن ابدال

حضرت عُتبہ بن غزوان بن جابر مازنی رضی اللہ عنہ

حضرت عُتبہ بن غزوان بن جابر مازنی رضی اللہ عنہ سابقین اوّلین صحابہؓ میں سے ہیں۔ آپؓ بنو عبدالشّمس کے حلیف، بدری صحابی اور قدیم الاسلام تھے۔ جسم کے لحاظ سے آپؓ دراز قد اور انتہائی خوب صورت تھے۔ بعثتِ نبوی ﷺ کے ایک سال بعد ہی آپؓ نے اسلام قبول کیا۔ حبشہ کی طرف کی جانے والی دوسری ہجرت میں شامل تھے۔ پھر آپؓ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور حضرت ابو دجانہؓ سے آپؓ کا عقدِ مواخات ہوا۔ آپؓ بہترین تلوار باز اور تیر انداز تھے۔ غزوۂ بدر اور بعد کے تمام غزوات؛ بیعتِ رضوان، فتح مکہ، غزوۂ تبوک، خطبہ حجۃ الوداع میں شامل رہے۔ امام مسلمؒ اور اصحاب السننؒ نے آپؓ سے حدیث روایت کی ہے۔ احادیث اور تاریخ کی کتابوں میں آپؓ کے بہت زیادہ فضائل و کمالات اور مناقب بیان کیے گئے ہیں۔

حضرت عتبہ بن غزوانؓ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم سے بصرہ شہر آباد کیا، اس کی حد بندی کی اور اس کے پہلے گورنر بنے۔ چھ ماہ تک آپؓ اس عہدے پر فائز رہے۔ عہدِ فاروقی میں فتوحات میں نگران مقرر ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے آپؓ کو اُصولِ جنگ سمجھائے اور فرمایا کہ: ''اپنے دشمن کے ساتھ ہوشیاری سے برتاؤ کرنا''۔

فتح مدائن، حیرہ کے بعد عجمی قوم کے بڑے لوگ مارے گئے تو حضرت عمرؓ نے حضرت عتبہؓ کو حکم بھیجا کہ: ''سرزمینِ ہند کی اقوام کو حملہ آور ہونے سے روکا جائے'' اور یہ رہنمائی دی کہ: ''اے عتبہ! مَیں نے تمھیں سرزمینِ ہند کی سرحد کا گورنر بنا دیا اور یہ دشمن کی جولانگاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ تمھیں اس کے گرد و پیش کی اقوام پر غلبہ دے گا''۔ آپؓ نے اس کی سرحد پر جزیرۃ العرب کے سامنے ساحل پر پڑاؤ ڈالا، مگر یہ مقام موافق نہ آیا۔ اس کی رپورٹ مرکزِ خلافت کو دی تو حضرت عمرؓ نے ہدایات دیں کہ: ''تین منزل بعد پتھریلی جگہ پر قیام کریں''۔ امیر المومنین عمرؓ کا حکم ہے: ''جس جگہ عرب کا آخری مقام ہو اور عجم کا ابتدائی مقام ہو تو وہاں پڑاؤ ڈال دینا''۔ یہی وہ جگہ ہے، یہ جگہ ابلہ، خریبہ کی ہے، ہند اور چین کی تجارتی کشتیوں کی بندرگاہ ہے اور عرب و عجم کی تجارتی راہداریوں کا سنگم ہے۔

حضرت عتبہؓ نے بصرہ میں مختلف قبائل کے لیے الگ الگ احاطے، محلے مقرر فرمائے، گھاس پھونس کے مختلف مکانات بنوائے۔ پھر جس قبیلے کو جہاں اتارنا مناسب خیال کیا، وہاں اتارا۔ جامع مسجد اور سرکاری عمارتیں بنوائیں، تاکہ مملکت کا نظام بہتر انداز پر استوار ہوسکے۔ یہاں سے ہر طرف کو راستے نکلتے تھے۔ آبادی کے بعد جامع مسجد میں جمعہ کا پہلا خطبہ آپؓ نے دیا۔ جسم پر کھدر کا معمولی لباس تھا۔ آپؓ تیس ہزار نفوس پر حکمران، فوج اور خزانوں کے مالک تھے، مگر بیت المال کے ایک درہم کو بھی اپنے ذاتی مفاد میں استعمال کرنا حرام سمجھتے تھے۔ ۱۷ھ میں مکہ و بصرہ کے راستے میں سواری سے گر کر وفات پائی۔ (طبری، طبقات ابن سعد، اسد الغابہ، الاصابہ)

www.rahimia.org

سانحۂ مُرید کے: مذہب کے استحصال اور ریاستی جبر کی روایت کا ایک اَور شاخسانہ

پاکستان کی سیاسی و سماجی فضا میں مذہب ہمیشہ سے ایک طاقت ور عنصر رہا ہے۔ مذہب — جو دراصل انسان کا خدا اور اس کی مخلوق کے ساتھ تعلق کی نوعیت، تزکیۂ نفس اور معاشرتی عدل کے لیے آیا تھا — بدقسمتی سے ہمارے ہاں یہ سیاست کی منڈی میں ایک جذباتی نعرہ، ایک فوری ایندھن اور ایک سستا ہتھیار بن چکا ہے۔ سانحۂ مرید کے' کے تناظر میں یہ المیہ ایک بار پھر پوری شدت سے ہمارے سامنے آیا ہے۔ یہ سانحہ صرف چند جانوں کا زیاں نہیں، بلکہ ہمارے معاشرے کے ایک فکری بحران کی علامت ہے۔

تحریکِ لبیک پاکستان (ٹی ایل پی) کی سیاست بہ ظاہر ناموسِ رسالت ﷺ کے تحفظ، دینی غیرت کے اظہار اور اسلامی شعائر کے دفاع کے نعرے کے گرد گھومتی ہے، لیکن عملاً یہ سیاست مذہب کے نام پر عوامی جذبات کے استعمال اور استحصال کی ایک مسلسل کڑی میں بدل چکی ہے۔ ایسے نعرے جو دلوں کو تو گرماتے ہیں، مگر دماغوں کو منجمد کر دیتے ہیں اور قوم و معاشرے میں ایک ہیجانی کیفیت پیدا کرتے ہیں جو پہلے ہی فکری اضطراب، معاشی دباؤ اور سیاسی بے یقینی کا شکار ہے۔

ٹی ایل پی کی طرزِ سیاست کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ اس نے مذہبی جذبات کو شعوری عمل کے بجائے ایک اجتماعی ہیجان کی صورت دے دی ہے۔ نوجوانوں کے ہاتھوں میں جھنڈے اور ڈنڈے ہیں، زبانوں پر مار دھاڑ کے نعرے ہیں، مگر دلوں میں علم، شعور اور فہم کی وہ روشنی مفقود ہے جو ایک تحریک کو مثبت اجتماعی سمت عطا کرتی ہے۔ یہ سیاست دراصل ردِعمل کی سیاست ہے، جس میں ہر اِحتجاج کے پیچھے ایک فوری اشتعال اور ہر مطالبے کے پسِ منظر میں ایک جذباتی ردِعمل ہوتا ہے۔

لیکن اس تمام تر تنقید اور اختلافِ فکر کے باوجود' مرید کے میں جو کچھ ہوا — ریاستی طاقت کے بے قابو استعمال، گولیوں کی بوچھاڑ اور عام کارکنوں پر تشدد — وہ کسی طور پر بھی قابلِ جواز نہیں۔ ریاست اگر اپنے شہریوں کے خلاف بندوق اُٹھاتی ہے تو وہ اپنے وجود کی اَخلاقی بنیادوں کو کھودیتی ہے۔ مذہبی شدت پسندی کی مذمت ضروری ہے، مگر اس کی آڑ میں ریاستی جبر کو کوئی جواز فراہم نہیں ہونا چاہیے۔

یہاں یہ حقیقت بھی تلخ مگر ناقابلِ انکار ہے کہ بعض مذہبی، لسانی اور سیاسی جماعتوں کی تخلیق خود ریاستی حکمتِ عملیوں کا نتیجہ رہی ہے۔ ماضی میں ریاستی اداروں نے مخصوص سیاسی یا نظریاتی قوتوں کے درمیان توازن قائم رکھنے کے نام پر چند مذہبی، لسانی اور سیاسی جماعتوں کو پروان چڑھایا، انھیں وسائل دیے اور اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا، لیکن جب یہی جماعتیں ایک قوت بن کر پریشر گروپ کے طور پر سامنے آنے لگیں تو ان کے پَر کترنے کی کوششیں شروع ہوگئیں۔ یہ عمل صرف ان جماعتوں ہی کے لیے نہیں، بلکہ خود ریاستی نظام کے لیے بھی نقصان دہ ہے۔ اس سے نہ سیاست معتبر رہتی ہے نہ ہی مذہب قابلِ بھروسہ، بلکہ عوام اس سے یہ تاثر لینے میں حق بہ جانب ہیں کہ سب کچھ ایک کھیل ہے جس میں مذہب بھی مہرہ ہے اور سیاست بھی۔ یہی تاثر قومی زندگی میں اجتماعی مایوسی کی شکل اختیار کرلیتا ہے اور سنجیدہ طبیعتیں اس عمل سے کنارہ کش ہوکر گوشہ نشینی اختیار کرنے لگتیں ہیں۔

پاکستان میں مذہبی سیاست کا یہ بحران کسی ایک جماعت کا نہیں، یہ اس پورے سیاسی و مذہبی ڈھانچے کی پیداوار ہے، جس میں مذہب کو تزکیۂ نفس، عدلِ اجتماعی اور خدمتِ خلق کے بجائے اس کا مزعومہ سیاسی استعمال کیا گیا ہے۔ اس مروّجہ سارے سیاسی عمل میں عوام کے عقیدے کو نعرہ، ان کے اخلاص کو ووٹ اور ان کی قربانی کو ایندھن بنا دیا گیا ہے۔ مذہبی لیڈرشپ کا کردار یہاں سب سے زیادہ افسوس ناک ہے۔ یہ رہنما اپنے مریدوں کو سڑکوں پر جھونک کر خود ہمیشہ ''بات چیت'' اور مذاکرات کے نام پر ''تحفظ'' کی چھتری کے نیچے چھپے رہتے ہیں۔

یہ وہی رَوِش ہے جو صدیوں پہلے مسخ شدہ مذہبی گروہوں میں فساد اور تفرقے کا سبب بنتی رہی ہے۔ جب ایمان کو عقل و شعور سے کاٹ دیا جائے اور جذبے کو عدل و علم کی سرپرستی سے محروم کردیا جائے تو مسخ شدہ مذہبی واہمے و خیالات قوموں کی زندگی میں ایک ایسی اندھی کھائی کی شکل اختیار کرلیتے ہیں، جس میں نوجوان نسل اپنی توانائی، اپنی جوانی، بلکہ اپنا مستقبل تک گنوا بیٹھتی ہے۔ آج پاکستان کی گلیوں میں، مذہبی نعروں کے شور میں، یہی کھائی دن بہ دن گہری ہوتی جارہی ہے۔ ان نوجوانوں کی آنکھوں میں خواب ہیں، مگر سمت نہیں؛ ان کے دلوں میں جذبے ہیں، مگر رہنمائی نہیں۔

پاکستان کے مذہبی رہنماؤں اور اداروں کے لیے اب وقت آ گیا ہے کہ وہ اس جذباتی سیاست سے خود کو الگ کرکے علم و شعور کی سیاست کی طرف آئیں۔ قوم کو غصے کی نہیں، بصیرت کی ضرورت ہے۔ قوم کو اب ایسے علما، مفکرین اور قائدین درکار ہیں جو حقیقی دینی تقاضوں کے تحت رواداری اور انسان دوستی کے لیے قوم کے ضمیر کو جگائیں، نہ کہ فرقہ وارانہ بنیادوں پر ان کو دہکتا ہوا شعلۂ جوالہ بنادیں۔

مُرید کے کا سانحہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ جب مذہب کو اقتدار کے کھیل میں استعمال کیا جاتا ہے تو نہ مذہب محفوظ رہتا ہے نہ معاشرہ۔ یہ سانحہ ایک مذہبی جماعت کی بے بصیرتی کا آئینہ ہے۔ ملک میں اس رَوِش پر قائم مذہبی گروہوں نے اگر اس آئینے میں اپنا چہرہ نہ پہچانا تو آنے والے دنوں کا منظر بہت بھیانک ہونے والا ہے۔

اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ریاست اور مذہبی طبقے دونوں مذہب کے مزعومہ سیاسی استعمال کو ترک کرکے، سیاست کو حقیقی مذہب کے اجتماعی اصولوں کے تابع کریں۔ مذہب کا استعمال نہیں، بلکہ اس کے اصولوں کا اطلاق درکار ہے۔ عدل، امانت، شورائیت، رواداری، صداقت اور اجتماعیت یہ وہ ستون ہیں جن پر ایک اسلامی معاشرہ کھڑا ہوتا ہے، نہ کہ جلسوں، جلوسوں، نعروں اور فرقہ وارانہ فتوؤں پر۔ (مدیر)

www.rahimia.org

افکارِ شاہ ولی اللہؒ

مترجم: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

''عقل'' سے متعلق احوال؛ احادیث کی روشنی میں (3)

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''حُجّةُ اللّٰہِ البالِغہ'' میں فرماتے ہیں:

(2۔ فراستِ صادقہ)

''عقل کے احوال میں سے ''فراستِ صادقہ'' اور ایسے خیال کا آنا ہے، جو خارج میں واقع کے مطابق ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: ''مَیں نے حضرت عمر فاروقؓ سے کسی چیز کے بارے میں جب یہ سنا کہ وہ فرماتے ہیں کہ: ''إنّی لأظنّــہ کـذا'' (بے شک میرا فلاں شخص کے بارے میں یہ گمان ہے) تو ایسے ہی ہوا جیسا کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنا گمان ظاہر کیا''۔

(حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ...ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک خوب صورت شخص وہاں سے گزرا۔ انھوں نے کہا: ''یا تو میرا گمان غلط ہے، یا یہ شخص اپنے جاہلیت کے دین پر اب بھی قائم ہے، یا یہ زمانۂ جاہلیت میں اپنی قوم کا کاہن (جادوگر) رہا ہے۔ اس شخص کو میرے پاس بلاؤ''۔ وہ شخص بلایا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے سامنے بھی یہی بات دُہرائی۔ اس پر اس نے کہا: مَیں نے تو آج کے دن کا سا معاملہ کبھی نہیں دیکھا جو کسی مسلمان کو پیش آیا ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''لیکن مَیں تم پر ضروری قرار دیتا ہوں کہ تم مجھے اس سلسلے میں بتاؤ''۔ اس نے اقرار کیا کہ: زمانۂ جاہلیت میں مَیں اپنی قوم کا کاہن تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''غیب کی جو خبریں تمھاری جنّیہ تمھارے پاس لاتی تھی، اس کی سب سے حیرت انگیز کوئی بات سناؤ!'' اس شخص نے کہا کہ: ایک دن مَیں بازار میں تھا کہ جنّیہ میرے پاس آئی۔ مَیں نے دیکھا کہ وہ گھبرائی ہوئی ہے۔ پھر اس نے کہا: جنّوں کے متعلق تمھیں معلوم نہیں؟ جب سے انھیں آسمانی خبروں سے روک دیا گیا ہے، وہ کس درجہ ڈرے ہوئے ہیں، مایوس ہو رہے ہیں اور اونٹنیوں کے پالان کی چادروں میں چھپے ہوئے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: ''تم نے سچ کہا۔ ایک مرتبہ مَیں بھی ان دنوں بتوں کے قریب سویا ہوا تھا۔ ایک شخص گائے کا ایک بچھڑا لایا اور اس نے بت پر اسے ذبح کر دیا۔ اس کے اندر سے اس قدر زور کی آواز نکلی کہ مَیں نے ایسی شدید چیخ کبھی نہیں سنی تھی: ''اس آواز نے کہا: ''اے دشمن! ایک بات بتلاتا ہوں، جس سے مراد مل جائے، ایک فصیح خوش بیان شخص یوں کہتا ہے: ''لا الـٰـہ الا اللّٰـہ''۔ یہ سنتے ہی تمام لوگ (جو وہاں موجود تھے) چونک پڑے (چل دیے)۔ مَیں نے کہا: مَیں تو نہیں یہاں سے جاؤں گا، دیکھوں اس کے بعد کیا ہوتا ہے۔ پھر یہی آواز آئی: ''ارے دشمن! تجھ کو ایک بات بتلاتا ہوں، جس سے مراد بر آئے، ایک فصیح شخص یوں کہہ رہا ہے: ''لا الـٰـہ الا اللّٰـہ''۔ اس وقت میں کھڑا ہوا اور ابھی کچھ دیر نہیں گزری تھی کہ لوگ کہنے لگے: یہ (محمد ﷺ) اللہ کے سچے رسول ہیں۔) (رواہ البخاری، کتاب مناقب الانصار، حدیث: 3866)

(3۔ سچے خواب)

عقل کے احوال میں سے ''سچے خواب ہیں''۔ نبی اکرم ﷺ اللہ کی طرف متوجہ رہنے والے سالکوں کے خوابوں کی تعبیر کی طرف بڑی توجہ فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ روایت کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ صبح کی نماز کے بعد تشریف فرما ہوتے اور فرماتے کہ: ''کیا تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟'' اگر کوئی آدمی اپنا خواب بیان کرتا، تو آپ ﷺ جو اللہ چاہتا، اُس کے مطابق تعبیر بیان فرماتے تھے۔ (رواہ البخاری، حدیث: 1386)

سچے خوابوں سے میری مراد یہ ہے کہ: نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھنا، یا جنت اور جہنم کو دیکھنا، یا نیک لوگوں اور انبیا علیہم السلام کو دیکھنا، یا متبرک مقامات کو دیکھنا، جیسے بیت اللہ، یا مستقبل میں آنے والے سچے واقعات دیکھنا اور پھر اُسی طرح ہو جائے، جیسا کہ دیکھا ہے۔ یا گزشتہ واقعات جیسا کہ ہوئے تھے، اُس کے مطابق دیکھنا، یا ایسا خواب جو انسان کی کسی کوتاہی پر متنبہ کر رہا ہو، یہ کہ اللہ کے غضب کو ایسے کتے کی صورت میں دیکھے، جو اُسے کاٹ رہا ہے۔ یا انوارات اور رزق میں اچھی اور پاکیزہ چیزوں کو دیکھنا، جیسے دودھ پینا، شہد اور گھی کھانا، یا فرشتوں کو دیکھنا۔ واللہ اعلم

(4۔ عبادتوں کی مٹھاس پانا اور ان میں حدیثِ نفس سے بچنا)

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جس آدمی نے دو رکعت نماز ایسی پڑھی کہ اُن دونوں میں اُس نے اپنے نفس سے باتیں نہیں کیں تو اُس کے گزشتہ تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں''۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ، کتاب الطہارت، حدیث: 287)

(5۔ محاسبہ کرنا)

محاسبہ: اپنا محاسبہ کرنا اُس عقل سے پیدا ہوتا ہے، جو نورِ ایمانی سے منور ہو اور اُس جمعِ ہمت سے پیدا ہوتا ہے، جو قلب کے پہلے مقامات میں سے ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''عقل مند وہ ہے، جس نے اپنے آپ کو دین کا مطیع (فرماں بردار) بنایا اور موت کے بعد کے لیے عمل کیا''۔ (مشکوٰۃ، کتاب الرقاق، حدیث: 5289) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے خطبے میں ارشاد فرماتے ہیں: ''اپنے نفسوں کا حساب کرو، پہلے اس کے کہ تمھارا محاسبہ کیا جائے۔ اور اپنے نفسوں کو تول لو، پہلے اس کے کہ اُن کا وزن کیا جائے۔ اور اپنے آپ کو اللہ کے سامنے پیش ہونے کے لیے تیار کر لو۔'' اس دن میں جب تم پیش کیے جاؤ گے تو کوئی چیز اللہ سے مخفی نہیں ہوگی''۔ (سورت الحاقہ، الدر المنثور، ج: 6، ص: 261)

(6۔ حیا)

یہ حیا اُس حیا کے علاوہ ہے، جو نفس کے مقامات میں سے ہے (جس کا بیان آگے آئے گا)۔ یہ حیا اللہ تعالیٰ کی عزت اور جلال کے مشاہدہ کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔

(بقیہ: ص 11 پر)

www.rahimia.org

اسلامی دور کی ناقابلِ فراموش شخصیات

مفتی محمد اشرف عاطف، لاہور

عثمانی سلطنت کے چھٹے حکمران؛ مراد ثانی (2)

مراد کی حکمتِ عملی اور کوششوں سے ایشیائے کوچک (ترکی) میں امن و امان قائم ہوگیا۔ اِدھر یورپین اقوام سے بھی بہ ظاہر صلح ہوگئی اور اس طرح مراد کو قدرے اطمینان نصیب ہوا۔ بیس بائیس برس کی مسلسل لڑائیوں سے مراد اُمورِ مملکت سے دل برداشتہ ہوگیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ باقی زندگی سکون سے گزرے اور سلطنت کے اُمور اپنے بیٹوں کے سپرد کردے، لیکن جب وہ یورپ سے واپس ترکی آیا تو اُسے اپنے بڑے لڑکے علاء الدین کے انتقال کی خبر ملی۔ مراد کا یہ بیٹا بڑا لائق، بہادر اور شائستہ مزاج تھا۔ مراد اپنے ہونہار بیٹے کی وفات پر بے حد غم زدہ ہوا۔ اس صدمے کے بعد اس نے فیصلہ کرلیا کہ اُمورِ سلطنت سے کنارہ کش ہوجائے۔ چناں چہ اس نے اپنے دوسرے لڑکے محمد کو اقتدار سونپ دیا، جس کی عمر ابھی چودہ سال تھی۔ مراد اِقتدار سے دست بردار ہو کر ریاست ''ایدین'' میں چلا گیا۔

عیسائی متحدہ محاذ کو جب پتہ چلا کہ مراد سلطنت سے الگ ہوگیا ہے اور اس کی جگہ اس کا نوعمر و ناتجربہ کار بیٹا محمد تخت نشین ہوگیا ہے تو عیسائی متحدہ محاذ نے پھر سے تُرکوں کو یورپ سے نکالنے کے لیے سابقہ معاہدوں کو توڑنے کی ٹھان لی۔ یورپ کے متحدہ محاذ۔ جس میں ہنگری، قسطنطنیہ، کرمانیہ، کروشیا، بوسنیا اور دیگر ریاستوں کے حکمران اور بادشاہ تھے۔ سب اکٹھے ہوکر حملہ آور ہونے لگے۔ بہت سے محاذوں پر ترک فوج کو شکست بھی ہوئی۔ اس صورتِ حال کو دیکھ کر دولتِ عثمانیہ کے ہمدردوں نے مراد سے کہا کہ وہ خود میدان میں آئیں، تاکہ اس صورتِ حال کو کنٹرول کیا جاسکے۔ چناں چہ مراد نے ان کے مشورے کو قبول کرتے ہوئے پھر سے میدانِ عمل میں آنے کا ارادہ کرلیا۔

مختلف محاذوں پر میدانِ کارزار گرم ہوا، کہیں شکست ہوئی تو کہیں فتح، بالآخر مراد کی حکمتِ عملی رنگ لائی اور ''جنگِ وارنا'' میں عیسائی محاذ کے بڑے بڑے سورما قتل ہوئے۔ اس جنگ میں ہنگری پر تُرکوں کا قبضہ تو نہ ہوسکا، تاہم بوسنیا، سربیا، یہ دونوں ریاستیں دولتِ عثمانیہ کے کنٹرول میں آگئیں۔

مراد کا عدل و انصاف: مراد کے عدل و انصاف اور دُشمنوں کے ساتھ بہتر برتاؤ کا اس کے دُشمن بھی اعتراف کرتے ہیں۔ یونانی مؤرّخین بھی اس کی فوجی قابلیت کے علاوہ اس کی اَخلاقی عظمت کی گواہی دیتے ہیں۔ مشہور یورپی مؤرخ لارڈ ایورسلے مراد کے عہدِ حکومت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''مراد کی حکومت کو دیکھتے ہوئے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس نے اپنی سلطنت کو وسعت دینے کے لیے لڑائیاں لڑیں، بلکہ ہر جنگ کے لیے وہ مجبور کیا گیا۔ کرمانیہ کے امیر نے تین بار مراد کے خلاف جنگ کا اعلان کیا۔ ہر بار مراد نے اسے شکست دی۔ اسی طرح قسطنطنیہ کے بادشاہ کا طرزِ عمل بھی انتہائی غداری پر مبنی تھا۔ (بقیہ: ص 11 پر)

ملکی معیشت

ملکی معیشت
ملکی معیشت

محمد کاشف شریف، اسلام آباد

پاکستان کا معاشی ماڈل

اپنے قیام سے لے کر آج تک پاکستان نے بارہا مغربی طاقتوں، بالخصوص امریکی مفادات کے لیے اپنا کندھا پیش کیا ہے۔ چناں چہ سرد جنگ کے دور میں مغربی دفاعی معاہدوں میں شمولیت سے لے کر سوویت یونین کے خلاف افغان جہاد اور نائن الیون کے بعد دہشت گردی کے خلاف جنگ تک، پاکستان نے ہمیشہ مغرب کے مفادات کو آگے بڑھانے میں مرکزی کردار ادا کیا۔ لیکن ان قربانیوں اور تعاون کے باوجود پاکستان کو دیرپا معاشی استحکام یا مستقل فائدے حاصل نہ ہوسکے۔ ہر اتحاد نے پاکستان کو وقتی فوائد کے ساتھ سیاسی انتشار، معاشی کمزوری اور داخلی عدمِ استحکام کا شکار بنایا۔

ابتدائی برسوں میں پاکستان نے سیٹو (1954ء) اور سینٹو (1955ء) جیسے مغربی اتحادوں میں شمولیت اختیار کی۔ اس امید پر کہ اسے دفاعی تحفظ اور اقتصادی ترقی حاصل ہوگی۔ مغربی امداد سے ابتدائی دہائیوں میں معاشی ترقی کی شرح بہتر رہی، اور امریکا کی مدد سے منگلا اور وارسک ڈیم جیسے منصوبے مکمل ہوئے۔ لیکن یہ امداد پر مبنی ترقی پائیدار نہ تھی۔ معیشت خود انحصاری کے بجائے بیرونی امداد پر کھڑی تھی۔ 1965ء اور 1971ء کی جنگوں میں جب امریکا نے فوجی امداد معطل کردی تو پاکستان کو شدید معاشی جھٹکے لگے۔

1979ء سے 1989ء کے دوران پاکستان روس کے خلاف ایک بار پھر مغرب کا صفِ اوّل کا اتحادی بن گیا۔ امریکا کے تعاون سے افغان مجاہدین کو تربیت اور اسلحہ فراہم کیا گیا۔ امریکی امداد کی بدولت بہ ظاہر معیشت میں عارضی حرکت آئی، مگر اس کے منفی اثرات کہیں زیادہ گہرے ثابت ہوئے۔ اسمگلنگ، منشیات، اور غیرقانونی تجارت نے قومی معیشت کو نقصان پہنچایا، جب کہ لاکھوں افغان مہاجرین، انتہاپسندی اور اسلحے کے پھیلاؤ نے سماجی ڈھانچے کو ہلا کر رکھ دیا۔

2001ء میں پاکستان نے ایک مرتبہ پھر امریکا کے ساتھ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں صفِ اوّل کا کردار ادا کیا۔ پاکستان نے نیٹو کے لیے کلیدی خدمات انجام دیں۔ اس کے بدلے میں تقریباً 30 ارب ڈالر کی مالی امداد ملی، لیکن دوسری طرف دہشت گردی سے پاکستان کو 150 ارب ڈالر سے زائد کا نقصان ہوا، لاکھوں افراد بے گھر ہوئے، ہزاروں شہری شہید ہوئے، سرمایہ کاری ختم ہوگئی اور روپے کی قدر گرتی گئی۔ دفاعی اخراجات میں اضافہ ہوا، جب کہ تعلیم، صحت اور ترقیاتی شعبے نظرانداز ہوگئے۔ نتیجتاً معیشت ایک بار پھر قرضوں، مہنگائی اور بیرونی دباؤ کی زد میں آگئی۔

حالیہ برسوں میں بھی پاکستان کی قیادت نے یوکرین جنگ اور مشرقِ وسطیٰ کے تنازعات جیسے عالمی معاملات پر مغربی مؤقف سے ہم آہنگی کی کوشش کی ہے۔ تاہم یہ رجحان ایک ایسے وقت میں ظاہر ہوا ہے جب ملکی معیشت پہلے ہی شدید بحران کا شکار ہے۔ (بقیہ: ص 11 پر)

www.rahimia.org

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

پاکستان، افغانستان کے درمیان فوری جنگ بندی

قوموں کو جنگوں میں دھکیل کر ان کی بربادی اور اپنے معاشی مفادات کے تحفظ کو یقینی بنانا سامراجی حکمتِ عملی رہی ہے۔ اپنے اس مکروہ اور گھناؤنے عزائم کی پردہ پوشی اور عوام میں مقبولیت پیدا کرنے کے عمل میں میڈیا کو اہم ترین کردار سونپا گیا تھا۔ پاکستان میں میڈیا نے اس عمل کو یقینی بنانے کی جو قیمت وصول کی، اس کا اندازہ راولپنڈی میں مری روڈ پر واقع جنگ بلڈنگ، لاہور میں ڈیوس روڈ پر جنگ کے دفاتر، کراچی، لندن اور نیویارک میں قائم ہونے والی عمارتوں سے بہ خوبی لگایا جاسکتا ہے۔ اس کاروبار میں انھوں نے خوب حصہ وصول کیا۔

ٹرمپ نے 16/ستمبر 2025ء بروز جمعرات اپنے لندن کے دورے میں برطانوی وزیر اعظم کیئر سٹارمر کے ساتھ مشترکہ پریس کانفرنس میں واضح کیا کہ: ''ہم بگرام ائیربیس واپس چاہتے ہیں''۔ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے مزید کہا کہ: ''یہ ائیربیس صرف ایک گھنٹے کی مسافت پر ہے، جہاں چین اپنے جوہری ہتھیار تیار کرتا ہے''۔ ڈونلڈ ٹرمپ کا کہنا تھا کہ: ''امریکا افغانستان میں بگرام ائیربیس پر دوبارہ کنٹرول حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہے''۔ (رائٹرز 18/ستمبر 2025ء)

9/اکتوبر 2025ء کی علی الصبح پاکستان نے مبینہ طور پر کابل، خوست، جلال آباد اور پکتیا میں فضائی حملے کیے۔ کہا جاتا ہے کہ ان حملوں کا ہدف نور ولی محسود تھے، جو تحریکِ طالبان پاکستان کے سربراہ ہیں۔ عالمی اخبارات کے مطابق حملہ کابل کے عبدالحق چوک کے قریب کیا گیا، تاہم نور ولی محسود اس حملے میں بال بال بچ گئے، جس کے ثبوت کے طور پر نور ولی نے اپنے ایک ویڈیو بیان میں زندہ ہونے کی تصدیق کر دی تھی۔ اس واقعے سے ایک تاثر اُبھر کے سامنے آتا ہے کہ تخریب کاری کرنے والی ایجنسیاں ایسے دہشت گرد گروپ پیدا کر کے رکھتی ہیں، جنھیں بہ وقتِ ضرورت استعمال کیا جاتا ہے۔ حقیقت میں ایسی ایجنسیاں برطانوی اور امریکی ایجنسیوں کا تسلسل ہیں، جو ماضی میں ایسے کردار کی شہرت کی حامل تھیں۔

پاکستانی حکام کے مطابق: ''پاکستان سے زیادہ افغانستان کا کوئی خیر خواہ نہ تھا اور نہ ہوسکتا ہے۔ اُمید ہے کہ دوحہ مذاکرات میں ہونے والی جنگ بندی دیرپا ثابت ہوگی۔ افغانستان نیک نیتی کے ساتھ اپنی سرزمین سے اُن تمام دہشت گرد گروپوں کا خاتمہ کرے گا، جو پاکستان میں عدمِ استحکام کا سبب بن رہے ہیں''۔

دنیا کی یادداشت ابھی اتنی کمزور نہیں اور نہ ہی اتنی بھلکڑ ہے کہ 80 کی دہائی میں ہونے والی جنگ کو بھول گئی ہو، جس نے افغانستان کی سرزمین کو تباہ و برباد کر دیا، ایک غیر ملکی استعماری طاقت نے خطے میں دہشت گردی پھیلانے اور افغان قوم کے وسائل لوٹ کر انھیں پتھر کے عہد میں دھکیلنے کی حکمتِ عملی اپنائی۔ افغانستان کی سرزمین پر بموں کی بارش برسا کر اسے تباہ و برباد کر دیا۔ پاک فوج کے شعبہ تعلقاتِ عامہ ''آئی ایس پی آر'' کے مطابق 15/اکتوبر کو علی الصبح افغان طالبان نے بلوچستان کے علاقے سپن بولدک میں چار مختلف مقامات پر بزدلانہ حملے کیے تھے، جنھیں پاکستانی سکیورٹی فورسز نے بھرپور اور مؤثر انداز میں ناکام بنا دیا تھا۔ اُسی روز پاکستان نے افغانستان کے صوبہ قندھار اور دارالحکومت کابل میں افغان طالبان اور خوارج کے ٹھکانوں پر بمباری کی۔

روسی صدر ولادی میر پیوٹن نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ: ''مجھے معلوم ہے کہ پاک افغان جنگ کیوں شروع ہوئی، لہٰذا اسے فوری طور پر بند کیا جائے''۔ اس کے بعد دونوں ملکوں کے درمیاں قطر کے دارالحکومت دوحہ میں امن مذاکرات شروع ہوگئے۔ بعد میں روسی وزارتِ خارجہ کی ترجمان ماریا زاخارووا نے سرکاری بیان جاری کرتے ہوئے کہا کہ: ''ہم پاک افغان جنگ بندی کے اس معاہدے کا خیر مقدم کرتے ہیں جو دوحہ اور انقرہ کی ثالثی سے کابل اور اسلام آباد کے درمیان طے پایا ہے''۔ (رائٹرز اتوار 19/اکتوبر 2025ء) مذاکرات کو مزید آگے بڑھانے کے لیے اگلے دور کے لیے ترکیہ کے دارالحکومت استنبول کو منتخب کیا گیا، جہاں مذکرات 25/اکتوبر 2025ء کو ہوئے۔

چینی صدر نے بھی فوری پاک افغان جنگ بندی کا تقاضا کیا ہے۔ صدر کے بیان کی ترجمانی کرتے ہوئے چینی وزارتِ خارجہ کے ترجمان لین جیان نے اپنی ایک پریس بریفنگ میں کہا کہ: ''جنگ بندی دونوں ممالک کے مفاد میں ہے۔ جنگ بندی علاقائی امن واستحکام کے لیے ضروری ہے۔ پاکستان اور افغانستان دونوں چین کے ہمسائے اور دوست ممالک ہیں اور ہمسائے کبھی بدلے نہیں جاسکتے''۔ (رائٹرز بیجنگ 16/اکتوبر 2025ء)

پاکستان اور افغانستان کے درمیان قطر اور ترکیے کی ثالثی میں ہونے والے مذاکرات میں فوری جنگ بندی پر اتفاق ہوگیا۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق قطر کی وزارتِ خارجہ نے اتوار کی صبح ایک بیان جاری کیا، جس میں کہا گیا کہ: ''دونوں ممالک نے نہ صرف جنگ بندی کی، بلکہ پائیدار اَمن اور استحکام قائم کرنے کے لیے طریقۂ کار کی تشکیل پر بھی اتفاق کیا، جس کے لیے آنے والے دِنوں میں فالو اَپ ملاقاتیں ہوں گی، جن میں جنگ بندی کے تسلسل اور اِس کے نفاذ کی قابلِ اعتماد اور پائیدار نگرانی کو یقینی بنانے پر غور کیا جائے گا''۔

جنگ بندی کے حوالے سے ایک بات کھل کر سامنے آئی ہے کہ خطے کی طاقتیں آج اپنے علاقائی تحفظ کے لیے کس قدر حساس ہیں۔ علاوہ ازیں سامراجی عزائم کو بھانپنے کے علاوہ ان کی طاقت وقوت کا کس قدر مطالعہ اور مشاہدہ رکھتی ہیں۔ سامراجی طاقتوں نے خطے کے امن کو تباہ کرنے کے لیے جو اسلحہ اور جنگی ساز وسامان بنا رکھا تھا، آج وہ پرانا، دقیانوسی اور بوسیدہ ہو چکا ہے۔ تکبر اور ظلم صرف انسان کی اقدار کو ہی مسخ نہیں کرتا، بلکہ غور وفکر اور سوچ بچار کی استعداد کو بھی سلب کر لیتا ہے۔ اس کے گروہی مفادات اس قدر غلبہ حاصل کر لیتے ہیں کہ ان کے فہم وفراست کا بھی جنازہ نکل جاتا ہے۔ (بقیہ ص: 11)

www.rahimia.org

رپورٹ: سیّد نفیس مبارک ہمدانی، لاہور

امن؛ انسانیت کی بنیادی خصوصیت ہے

10/ اکتوبر 2025ء کو حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں خطبہ جمعہ دیتے ہوئے فرمایا:

معزز دوستو! اللہ تعالیٰ کو انسانیت بہت محبوب اور مطلوب ہے۔ اس کرۂ ارض پر انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے۔ انسانوں کو کامیاب بنانا، ان کو ہدایت دینا، انبیا علیہم السلام اور خاص طور پر خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا مقصد اور ہدف ہے۔ کتاب مقدس قرآن حکیم بھی اسی لیے نازل ہوئی ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ ہم نے اپنے رسولوں کو دنیا میں بھیجا ہے اور اُن پر کتابیں نازل کی ہیں، تاکہ کل انسانیت عدل و انصاف پر قائم ہو جائے۔ (57-الحدید: 25) تمام کتب مقدسہ میں دی گئی ہدایات کا مقصد انسانیت میں عدل و انصاف قائم کرنا ہے۔ ان کتب مقدسہ کی تعلیمات اسی لیے ہیں کہ انسانوں کے امور کی تکمیل کا طریقۂ کار ایسا ہونا چاہیے کہ جس کا نتیجہ انسانیت میں عدل اور امن ہو، انسانیت کے مسائل کے حل کی صورت میں ہو، نہ کہ انسانیت اذیت، تکلیف، بدامنی اور قتل و غارت گری کی حالت میں مبتلا ہو۔

اللہ پاک نے اس کے لیے بیت اللہ الحرام اور بیت المقدس کو امن کی جگہ بنایا تھا۔ ان کا مقصد امن پھیلانا ہے۔ امن انسانیت کی بنیادی خصوصیت ہے، جس کے بغیر کوئی انسان اس کرۂ ارض پر باقی نہیں رہ سکتا۔ اگر امن نہ ہو، خوف، قتل و غارت گری ہو، تباہی اور بربادی ہو تو انسانوں میں خود ہی ایک دوسرے کو قتل کرنے کے درپے ہونے کی وجہ سے بنیادی انسانیت ختم ہو جائے گی۔ اس لیے قرآن حکیم نے بیت اللہ الحرام اور بیت المقدس دونوں کو، جو ابراہیم علیہ السلام کی دو شاخیں بنی اسرائیل اور بنی اسماعیل نے بنائی، پر لازمی قرار دیا تھا کہ امن اور معاشی خوش حالی قائم کریں۔ یہ بلا تفریق رنگ، نسل، مذہب ہے۔ پوری تحریک حنفی اس کے گرد گھومتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جو صحیفے نازل ہوئے تھے، ان کا مقصد اور ہدف بھی ان تینوں مقاصد کو پورا کرنا تھا: 1۔ دنیا میں امن قائم کرنا، 2۔ انسانیت کی بھوک مٹانا، 3۔ انسانوں میں عدل و انصاف قائم کرنا۔ ان تین مقاصد و اہداف کے لیے ابراہیم علیہ السلام نے جدوجہد کی، اور 4۔ چوتھا بنیادی مقصد ان تینوں کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ انسان اپنے خالق و مالک کی صحیح عبادت کریں، توحید، شرک اور کفر اور ظلم و ناانصافی سے بچیں۔ حنفیت یا وحدانیت کے نتیجے میں یہ تین چیزیں پیدا ہونا ضروری ہیں۔ وہ موحد نہیں ہے جو ظلم کرتا ہے۔ جو بدامنی پیدا کرتا ہے، وہ اللہ کو مانتا نہیں ہے، اس کی تعلیمات کا انکار کرتا ہے۔ قرآن حکیم نے سینکڑوں آیات میں یہ حقیقت واضح کی ہے کہ انسانیت کی بقا کے لیے، اللہ کی توحید کے لیے، اللہ کے ساتھ تعلق کے لیے ان تمام امور کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے''۔

بنی اسرائیل اور موجودہ سامراج کی عہد شکنیاں

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''بنی اسرائیل نسلاً حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے ہیں، وہ اسرائیل (یعقوب) علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے عہد لیا تھا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کا خون نہیں بہاؤ گے۔ تمھاری اجتماعیت تو اس لیے قائم کی گئی ہے کہ دنیا میں تم عدل و انصاف قائم کرو، اور اگر تم ہی آپس میں لڑنے لگ گئے، اختلاف پیدا ہو گیا، تم ہی انسانیت کا خون بہانے لگے تو دنیا میں عدل قائم اور امن کون قائم کرے گا؟ وہ خود اس جرم کے مرتکب ہوئے، جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو منع کیا تھا۔

پھر بنی اسرائیل سے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی عہد لیا تھا کہ تم اپنے لوگوں کو جلاوطن نہیں کرو گے۔ اُن کو اپنی سرزمین سے باہر نہیں نکالو گے، جو اس سرزمین کے باسی ہیں۔ اپنی دھرتی سے لوگوں کو باہر نکالنا، ان کو مہاجر بنا دینا، ان سے زمین چھڑوا لینا بہت بڑا ظلم ہے۔ دنیا بھر میں انسان جس دھرتی اور وطن پر رہتا ہے، نسل در نسل اس کے ساتھ اس کی گہری وابستگی ہوتی ہے۔ امن تبھی قائم ہوتا ہے جب وہ اپنی اس دھرتی پر قیام پذیر رہے۔ جب اپنی دھرتی سے باہر جاتا اور دوسرے ملک میں چلا جاتا ہے، تو اس کا اس آبائی دھرتی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، وہ وہاں دہشت گردی پھیلاتا ہے، بدامنی پھیلاتا ہے، عدم تحفظ کے احساس سے ردعمل دیتا ہے، اپنے آپ کو تباہ و برباد کرتا ہے۔ اس لیے تم کسی کو اپنے وطن سے بے وطن نہیں کرو گے۔ یہ دو بنیادی تم سے معاہدے ہوئے ہیں۔

قرآن حکیم تورات کی یہ آیت نقل کر رہا ہے، بائبل میں بھی یہ موجود ہے، یہودیوں کی تعلیمات میں آج بھی موجود ہے، انجیل میں بھی یہ بات کہی گئی اور جب کتاب مقدس قرآن حکیم نے نقل کی تو مسلمانوں پر بھی لازم قرار دے دیا کہ تم بھی یہ حرکت نہیں کرو گے۔ مسلمان مسلمان کو قتل نہیں کرے گا، اس کو جلاوطن نہیں کرے گا، اپنی آبائی دھرتی سے باہر نہیں نکالے گا۔ اب ان احکامات کے تحت بنی ابراہیم ہوں، بنی اسماعیل ہوں یا بنی اسرائیل، سب انسانیت کے کسٹوڈین اور محافظ ہیں۔ انسانیت کی حفاظت کے لیے کردار ادا کرنا ان کی ذمہ داری ہے۔

آج کل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام پر معاہدات کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے۔ کیا حضرت ابراہیمؑ کی اصل تعلیمات کو پیشِ نظر رکھ کر ہے، یا اُن کے نام پر ظلم و تشدد کی نئی داستان رقم کرنا ہے؟ کیا انسانیت کا قتل، تباہی، بربادی، ان کو اپنے گھروں سے جلاوطن کرنا یہ ابراہیمی تعلیمات ہیں؟ سوچنے کی بات ہے! اور یہ سوچنا اس وقت جیسے یہودیوں اور عیسائیوں پر لازم ہے، ایسے ہی منافق مسلمانوں پر بھی لازم ہے۔ جیسے یہودیت ابراہیمی تعلیمات سے منحرف ہو چکی، جیسے عیسائیت انجیل کی تعلیمات سے روگردانی کر چکی، آج کا منافق مسلمان فرد بھی، مسلمان ممالک بھی، مسلمان جماعتیں بھی، بظاہر مسلمان ہیں، لیکن قرآن کی تعلیمات کے علی الرغم انسانیت کے قتلِ عام میں برابر کے شریک ہیں''۔

www.rahimia.org

سامراج کے ایما پر
مسلمانوں کا قتلِ عام میں شریک ہونا

حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

’’حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’تم بھی یہودیوں اور عیسائیوں کے نقش قدم پر چلو گے‘‘۔ آج تم بھی قتل و غارت گری کی اسی حرکت کے مرتکب ہو رہے ہو کہ سو سال سے فلسطینیوں کے قتل کے حصہ دار ہو۔ فلسطینی تباہ و برباد ہو گئے اور تم 57 مسلمان ملک تماشہ دیکھ رہے ہو۔ تم پر تو یہ عمل حرام تھا، لیکن امریکا کے اور برطانیہ کے آلہ کار بن کر تم نے 100 سال ہو گئے انسانیت کا قتل دیکھتے۔ خاص طور پر پچھلے دو سال میں حماس کے اسرائیل پر حملے کے بعد کیا پایا کیا کھویا؟ اس دو سال کا جائزہ تو لیا جائے۔ حماس اور اسرائیل کے جس معاہدے کو لے کر آج تم خوشیاں منا رہے ہو، یہ معاہدہ تو بغیر لڑائی کے 7/ اکتوبر 2023ء سے پہلے بھی موجود تھا، لیکن اس دو سال میں انسان قتل ہو گئے، فلسطینی تباہ ہو گئے، علاقے اُجڑ گئے، غزہ تباہ و برباد ہو گیا، اور آج کس منہ سے بے شرمی کے ساتھ اسی دشمن اسرائیل کے ساتھ ’’شرم الشیخ‘‘ (مصر) میں بیٹھ کر جنگ بندی کا معاہدہ کر رہے ہو۔ اس معاہدے میں واضح طور پر لکھا ہے کہ جنگ بندی کا پہلا مرحلہ قیدیوں کی رہائی ہوگی کہ دونوں طرف سے قیدی رہا کیے جائیں گے، اس کے بعد اسرائیل کسی متفقہ مذاکرات کے بعد غزہ خالی کرنے کے لیے اپنی ڈھائی لاکھ فوج کو باہر نکالے گا۔

دو سال سے دنیا کا اسرائیلی ظالم اور سفاک شیطان فلسطینیوں کی جان مال عزت آبرو سے کھیل رہا ہے اور انسانیت کو یہ توفیق نہیں ہو رہی کہ اُسے روک سکے۔ بائبل اور قرآن کو ماننے والے آج ایک ہی کٹہرے میں کھڑے ہیں۔ جیسے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں آیتِ قرآنی کے مطابق تورات ہی کو ماننے والے دو قبیلے بنوقریظہ اور بنونضیر ایک کٹہرے میں کھڑے تھے، آج بنی اسماعیلی اور بنی اسرائیلی ایک مقام پر کھڑے ہیں۔

عالمی سامراجی سرمایہ داری نظام کی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے مسلمان ملکوں کے سرمایہ دار وہاں پر مسلط ہوا چاہتے ہیں۔ غزہ کو سرمایہ دارانہ اُصول پر عالمی سامراجی مفادات کے لیے آباد کرنے، بڑی بڑی ہائی رائز بلڈنگز بنانے، عیاشیوں کے اڈے بنانے، غزہ کے باسیوں سے سود سمیت ایک ایک خون کا قطرہ نچوڑنے لیے تیار بیٹھے ہیں۔ یہ عالمی سرمایہ داری نظام کے گِدھ ہیں، جو انسانیت کو نوچنے کے لیے اب غزہ پہنچ رہے ہیں۔ ان سرمایہ دار عالمی طاقتوں میں یہودی، عیسائی، مسلمان اور دنیا بھر کی سامراجی قوتیں شامل ہیں، ان کا پورا گینگ ہے جو ملکوں اور قوموں پر قبضہ کر کے دو ڈھائی سو سال سے انسانیت کا خون پی رہا ہے۔ وہ یہودی کو مسلمان سے لڑاتا ہے، مسلمان کو مسلمان سے لڑاتا ہے، یہودیوں اور عیسائیوں کو آپس میں لڑاتا ہے۔ جنگ اس کی ضرورت ہے۔ پچھلے سو سال کی یہ عملی حقیقت ہے کہ دو عالمی جنگوں اور اس کے بعد جتنی بھی جنگیں مسلط کی گئیں، ان میں عالمی سرمایہ دار نے پہلے علاقے تباہ کیے اور پھر ان کی آبادکاری کے نام پر قرضے لے کر پہنچ گئے اور انھیں سود در سود کے چنگل میں پھنسا لیا‘‘۔

اسرائیل کا فلسطینیوں پر
بہیمانہ ظلم اور قتل و غارت

حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

’’صحیح حق کی بات یہ ہے کہ اسرائیل نے انسانیت کی تباہی اور بربادی کی ہے، عالمی عدالت کے مطابق وہ مجرم ہے، اس نے نسل کشی کا ارتکاب کیا، فلسطینیوں کی نسل کشی کی ہے، اس سب کا حماس اور اسرائیل کے مابین ہونے والے معاہدے میں کوئی ذکر ہے کہ اتنے انسان قتل ہوئے؟ عالمی عدالت میں اس قاتل اسرائیلی مقتدرہ پر کوئی فردِ جرم عائد کی گئی ہے، جس کے خلاف مقدمہ چل رہا ہے؟ کچھ نہیں! ایک مظلوم فلسطینی اگر جشن منا رہا ہے تو اس کا حق بنتا ہے کہ جنگ اس نے نہ پہلے چاہی تھی نہ اب چاہتا ہے، تو چلو جان چھوٹی، لیکن غزہ تباہ کر کے ’فلسطین اُجاڑ کر‘ انسانیت کا قتل عام کر کے ’لوگوں کو جلاوطن کر کے‘ اب جنابِ صلح پر جو جشن منایا جا رہا ہے، چہ معنی دارد؟۔ میں نے تو 7/ اکتوبر 2023ء کے خطبہ جمعہ میں کہہ دیا تھا کہ حماس کے حملہ کرنے کی حرکت فلسطینیوں کو تباہ و برباد کرنے کے لیے کی گئی ہے، اس کا فلسطین کی حقیقی آزادی سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ فلسطینیوں کے حقوق سبوتاژ کرنے کے لیے کی گئی ہے۔ دنیا میں جہاں جہاں تشدد پسند تحریکات اُبھرتی ہیں، وہ سب سامراج کی پیدا کردہ ہوتی ہیں۔

یہ معاہدات عارضی امن کے نام پر محض خوش فہمی ہیں۔ عالمی سامراج کے مقاصد اور اہداف کیا ہیں؟ سرمایہ داری نظام کہاں کھڑا ہے؟ کامیابی اس دجال اور اس کے دجل و فریب کی ہے۔ اس کے آلہ کار منافق مسلمان اور یہودی ہیں، جو ’’ابراہیم اکارڈ‘‘ کے نام پر اکٹھے کیے جا رہے ہیں، جن کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اصل تعلیمات سے منحرف کر کے سامراجی تعلیمات کے مطابق کام کرنے کے رخ پر ڈالا اور ڈھالا جا رہا ہے، ان کے نتیجے میں اس پورے مشرقِ وسطیٰ کی نئی صورت گری کی جا رہی ہے۔

آج کا شعور یہ ہے کہ قرآن حکیم کی تعلیمات کو اساس بنایا جائے۔ اس عالمی سرمایہ داری نظام کو سمجھا جائے جو مذہب کی بنیاد پر، قوموں کی بنیاد پر، نسلوں کی بنیاد پر لڑوا رہا ہے۔ اس لڑائی میں اُن کا آلہ کار نہ بنا جائے۔ یہ وہ زمانہ ہے جہاں دین پر عمل کرنا ہتھیلی پر انگارہ لے کر چلنے کے مترادف ہے۔ لیکن اگر آپ کی رائے آزاد ہے، سوچ آزاد ہے، تو آپ عزم کریں کہ ہم شریعت محمدیہ پر عمل کریں گے۔ ٹھیک ہے اس راستے میں تکلیفیں ہیں، مشکلات ہیں، پریشانیاں ہیں، لیکن کسی کے لیے آلہ کار بن کر ’حکومتوں یا پُرتشدد تحریکوں کا ایندھن بننا غلط ہے۔ اصل انسانیت کی حفاظت، امن، عدل اور معاشی خوش حالی اور اس اجتماعیت کو قائم کرنے کے لیے ابراہیمی تحریک سے وابستہ ہونا، تحریکِ حنفیت سے وابستہ ہونا، شریعت محمدیہ کا پابند ہونا، سیاست محمدیہ اور طریقت محمدیہ کا پابند ہونا آج کی بنیادی ضرورت ہے۔ ایک مسلمان نوجوان عزم کرے کہ وہ قرآن کی حقیقی تعلیمات سے جڑے گا، سچائی پر قائم رہے گا، حقائق کو شعور کی آنکھوں سے دیکھے گا، حق اور باطل کا فہم پیدا کرے گا، حق کے نام پر ڈرامہ رچانے والوں کا آلہ کار نہیں بنے گا‘‘۔

www.rahimia.org

وسیم اعجاز، کراچی

حضرت مولانا حکیم محمد معاذ پیرزادہؒ

امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے شاگردوں کی ایک طویل فہرست میں ایک اہم نام حضرت مولانا حکیم محمد معاذ پیرزادہ کا بھی ملتا ہے۔ حکیم محمد معاذ پیرزادہؒ 1896ء میں ضلع نواب شاہ کی تحصیل سکرنڈ کے قریب ایک گاؤں 'قطالی شاہ' میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کے والدِ گرامی کا نام حاجی محمد عارف پیرزادہ تھا۔ انھوں نے آپؒ کا نام 'محمد پناہ' رکھا۔ ابتدائی تعلیم گاؤں میں ہی حاصل کی۔ اس کے بعد مزید تعلیم کے حصول کی غرض سے سعید آباد کے قریب گاؤں 'پیر جھنڈا' تشریف لے گئے اور امامِ انقلابؒ کے قائم کیے گئے مرکز ''دارالرشاد'' میں داخلہ لیا۔ اس طرح حضرت سندھیؒ کے شاگردوں میں شامل ہوگئے۔ داخلے کے وقت حضرت سندھیؒ نے مولانا موصوفؒ کے والدگرامی کی اجازت سے ان کا نام ''محمد پناہ'' سے بدل کر ''محمد معاذ'' رکھا۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی سرپرستی میں فارسی، عربی اور سندھی زبانوں کی تعلیم حاصل کی اور فارغ التحصیل ہوئے۔ بعدازاں حضرت سندھیؒ کے حسبِ ارشاد طب کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے لکھنؤ کا رُخ کیا اور چار سالہ کورس کی ڈگری حاصل کی۔ طب کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد کچھ عرصے کے لیے دہلی میں حکیم محمد اجمل خانؒ کے 'طبیہ کالج' میں اُستاد کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیں۔

1918ء میں دہلی سے واپس تشریف لائے اور 'کھارادر' (کراچی) میں اپنا مطب کھولا۔ 1919ء میں جب جمعیت علمائے ہند کی بنیاد رکھی گئی تو آپؒ اس میں شامل ہوگئے۔ وادیٔ سندھ میں جمعیت کے فروغ میں سرگرم ہوئے اور جماعتی رابطوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ سیاسی حوالے سے آپؒ کا مؤقف تھا کہ ہندوستان میں ایسا نظامِ حکومت قائم کیا جائے جس میں تمام اقوام اور مذاہب' اتحاد و اتفاق سے رہیں۔ مولانا حسرت موہانیؒ سے ان کا دوستی اور محبت کا تعلق تھا۔

1920ء میں تحریکِ خلافت زوروں پر تھی۔ آپؒ نے اس تحریک کے لیے سندھ بھر میں بھرپور کردار ادا کیا۔ اسی سرگرمی کی پاداش میں 1921ء میں حکومت کی جانب سے ان کا مطب بھی بند کیا گیا اور انھیں ایک سال کی سزا بھی سنائی گئی اور قید کرلیا گیا۔ اس قید و بند کے بعد حکیم صاحبؒ کراچی سے 'ٹنڈو آدم' چلے گئے، لیکن زیادہ عرصہ قیام نہ کیا اور نواب شاہ آکر مستقل سکونت اختیار کی۔ مسجد روڈ پر اپنا مطب (دواخانہ) بھی کھولا جو آج بھی ''معاذ دواخانہ'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ آپؒ اپنے زمانے کے ماہر اور حاذق حکیم تھے۔ سندھ کا مشہور 'معاذ تھادل' شربت آپؒ ہی کی ایجاد ہے۔

1933ء میں جب آپؒ حج کے ارادے سے حجاز تشریف لے گئے تو مکہ مکرمہ میں آپؒ کی حضرت سندھیؒ سے ملاقاتیں ہوتی رہیں اور حرم پاک میں بیٹھ کر ولی اللّٰہی تعلیمات سے مستفید ہوئے۔ اسی قیام کے دوران ہی آپؒ کے توسط سے مولانا دین محمد وفائیؒ کی ملاقات امامِ انقلابؒ سے ہوئی۔ اس دوران حدیث کی کتب بھی پڑھیں۔ حضرت سندھیؒ نے مولانا دین محمد وفائیؒ اور آپؒ کو سندھ میں کام کرنے کی جانب توجہ دلائی۔

نواب شاہ میں آپؒ سیاسی اور سماجی حوالے سے متحرک رہے۔ ضلع نواب شاہ میں کانگریس کے صدر کی حیثیت سے بھی کردار ادا کیا۔ 1939ء میں 'نواب شاہ' میونسپلٹی کے انتخابات میں حصہ لیا اور کامیابی حاصل کی۔ مسلسل چار بار نواب شاہ میونسپلٹی کے ممبر منتخب ہوتے رہے۔ اسی دورانیہ میں کانگریس کے صدر جواہر لعل نہرو جب نواب شاہ آئے تو حکیم محمد معاذؒ نے ان کا استقبال کیا اور کارگزاری سے آگاہ کیا۔

1939ء ہی میں جب حضرت سندھیؒ وطن واپس تشریف لائے تو مختلف سرگرمیوں میں حضرت سندھیؒ کے ساتھ شانہ بہ شانہ کردار ادا کرتے رہے۔ حکیم صاحبؒ کی اوطاق (بیٹھک) ہر وقت کھلی رہتی اور آپؒ میزبانی کا حق ادا کرتے رہتے تھے۔ 1944ء میں جب حضرت سندھیؒ نے حیدرآباد میں جمعیت طلبائے سندھ کے جلسے سے فراغت کے بعد سندھ بھر کا تعلیمی و تربیتی دورہ کیا اور میرپور خاص، سانگھڑ سے ہوتے ہوئے نواب شاہ پہنچے تو مولانا حکیم معاذؒ کے ہاں قیام فرمایا۔ سندھ میں حکیم محمد معاذؒ کو ہی یہ اعزاز حاصل تھا کہ حضرت سندھیؒ ان کے ہاں اپنے گھر کی طرح ہی رہا کرتے تھے۔ ایک بار حکیم صاحبؒ نے کچھ تکلف کیا تو حضرت سندھیؒ نے سختی سے فرمایا کہ: ''حکیم صاحب! ایسا نہ کیا کریں، یہ میرا اپنا گھر ہے''۔ حضرت سندھیؒ کی قائم کی گئی ''جمنا نربدا سندھ ساگر پارٹی'' میں مولانا نے فعال کردار ادا کیا اور 'پیر جھنڈا' میں 'محمود نگر' کے قیام میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

ہندوستان کی تقسیم 1947ء کے وقت جب پاکستان میں مہاجرین کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا تو یہاں حالات بہت ابتر ہوگئے تھے۔ اس دوران ہندوستان سے پاکستان آنے والے مہاجرین کی آبادکاری میں بھی آپؒ نے اپنے رفقا کے ساتھ مل کر کردار ادا کیا۔ تقسیمِ ہند کے بعد انھوں نے کسانوں اور محنت کشوں کے حقوق کے لیے کردار ادا کرنے کا فیصلہ کیا۔ کسانوں کے حقوق کے لیے آواز بلند کی۔ 1951ء میں سیفٹی ایکٹ کے تحت قید کیے گئے۔ 'ہاری پارٹی' میں بھی کردار ادا کیا۔ 1960ء کی دہائی میں سیاست سے مکمل طور پر کنارہ کش ہوگئے اور پوری توجہ اپنے دواخانے کی طرف لگادی۔

حکیم صاحبؒ ایک غریب پرور انسان تھے۔ اپنے دواخانے پر آنے والے غریب لوگوں کا مفت علاج کرتے تھے۔ یتیم بچوں کو اپنے گھر میں پناہ دیتے اور ان کے کھانے پینے، کپڑے اور تعلیم کا خرچ خود اُٹھاتے تھے۔ 1953ء میں نواب شاہ کا مشہور مدرسہ 'تفہیم القرآن' قائم ہوا تو اس کی تعمیر اور قیام میں حکیم صاحبؒ کا اہم کردار تھا۔ حکیم صاحبؒ نے حکمت پر ایک کتاب ''بیاضِ حکمت'' بھی لکھی۔

امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے یہ عظیم شاگرد 15؍ مئی 1970ء کو اس دارِفانی سے عالمِ بقا کی جانب رخصت ہوگئے۔ ان کی آخری آرام گاہ حاجی نصیر قبرستان 'نواب شاہ' (سندھ) میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین!

(اس مضمون کی تیاری میں ہمارے عزیز دوست مولانا اللہ نواز اور خاص طور پر حکیم معاذؒ کے پڑپوتے جناب محمد عثمان نے معلومات فراہم کیں، اللہ تعالیٰ انھیں جزائے عطا فرمائے۔ آمین)

www.rahimia.org

بقیہ جات

بقیہ: افکار امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ

اسی کے ساتھ ساتھ اس بات کو ملاحظہ کرنے سے ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے حق کو پورا کرنے سے عاجز ہے۔ اور یہ کہ وہ بشری پستیوں میں مبتلا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ: ''میں اندھیرے کمرے میں غسل کرتا ہوں، تاکہ اللہ سے شرم کرتے ہوئے اپنے آپ کو سمیٹ کر رکھوں''۔ (حجۃ اللہ البالغہ، ابواب الاحسان، باب: 4، المقامات والاحوال)

بقیہ: اسلامی دور کی ناقابلِ فراموش شخصیات

اس نے ہر بار معاہدے کو توڑا۔ اس وجہ سے مراد اس کے مقبوضات کے دائرے کو تنگ کردینے میں حق بہ جانب تھا۔ اسی طرح ہنگری اور اس کی حلیف طاقتوں کے جارحانہ اقدامات سے مجبور ہو کر لڑائی کے میدان میں آنا پڑا۔ اور پھر فیصلہ بالآخر اتحادیوں کے خلاف ہوا اور ان کو شکست ہوئی۔

مراد کی وفات: مراد نے 9/ فروری 1451ء کو ''ادرنہ'' میں وفات پائی، جب کہ ان کی تجہیز و تکفین قدیم دارالحکومت ''بروصہ'' میں ہوئی اور وہیں دفن ہوئے۔

بقیہ: ملکی معیشت

ایسے حالات میں مغرب کی سیاسی صف بندی میں شامل ہونا مزید معاشی بے یقینی کو جنم دے سکتا ہے۔ ایسا سمجھنا کہ اس دفعہ بھی پہلے کی طرح ملکی معیشت سنبھل جائے گی اور اس اثنا میں ہم کچھ نہ کچھ کرلیں گے، نامعقولیت ہے، کیوں کہ اس دفعہ امریکا کا بنایا ہوا عالمی مالیاتی نظام زبردست دباؤ میں ہے اور اس پر تکیہ تباہ کن ہوگا۔

بقیہ: عالمی منظرنامہ

وہ عوامی تقاضوں کو بھانپ کر ان کے مسائل حل کرنے کی اہلیت بھی کھو جاتے ہیں۔ حالیہ یورپ اور ایشیا میں جاری جنگیں اس کا عملی ثبوت ہیں۔ مشرقی ایشیا کی طاقتوں کے وسائل اور جنگی استعداد کا اندازہ لگانے میں سامراجی طاقتیں بُری طرح ناکام و نامراد ہیں۔ ایشائی طاقتوں نے جس انداز سے جنگ بندی کروائی ہے، اس سے خطے میں ان کے بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ کو سمجھنے کے لیے کافی مواد فراہم ہوتا ہے۔ بعض تجزیہ نگاروں کی رائے یہ بھی ہے کہ جو حکومت خیبر پختونخوا میں تبدیل ہوئی ہے، وہ بھی اسی کا شاخسانہ ہے۔ کیوں کہ حکومت کے سربراہ کی تبدیلی اسی جنگ کے دوران وقوع پذیر ہوئی ہے، جو علاقائی طاقتوں کے اثر رسوخ کا عملی مظہر ہے۔

رفتارِ کار ---

رپورٹ: فہد محمد عدیل، گوجرانوالا

سالانہ جائزہ (امتحان) علومِ قرآنیہ کورس

مؤرخہ 26 اکتوبر 2025 بروز اتوار کو ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور کے زیرِاہتمام ملک بھر میں علومِ قرآنیہ کورس 2 کے شرکا کے لیے سالانہ جائزہ (امتحان) کا کامیاب انعقاد کیا گیا۔ اس امتحان میں نوجوان طلبا و طالبات کی بڑی تعداد نے بھرپور شرکت کی۔ امتحانی مراکز پاکستان کے 16 شہروں میں قائم کیے گئے، جن میں لاہور، کراچی، پشاور، ملتان، کوئٹہ اور راولپنڈی جیسے بڑے مراکز شامل تھے۔

شعبۂ تعلیم وتربیت کی جانب سے مجموعی طور پر 1459 شرکا کو جائزہ کے اجازت نامے (رول نمبر) جاری کیے گئے، جن میں سالِ اوّل، سالِ دوم اور سالِ سوم کے طلبا وطالبات شامل تھے۔ لاہور مرکز میں کل 211 افراد شریک ہوئے، جن میں 24 طالبات بھی شامل تھیں۔ شرکا کی سہولت کے پیشِ نظر لاہور میں امتحان کے لیے دو علاحدہ سنٹرز کا اہتمام کیا گیا۔ امتحان میں شریک طلبا وطالبات نے ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور کے منظّم نظامِ امتحانات اور شفاف انتظامات کو سراہا اور اطمینان کا اظہار کیا۔

مشکل حالات میں چند نفوسِ قدسیہ نے دارالعلوم دیوبند قائم کیا

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ فرماتے ہیں:

''ان (1857ء کے بعد) حالات سے یقین ہو چلا تھا کہ اسلام کا چمن اب اُجڑا اور یہ کہ اب ہندوستان بھی اسپین کی تاریخ دُہرانے کے لیے کمربستہ ہو چکا ہے کہ اچانک چند نفوسِ قدسیہ نے بہ الہامِ خداوندی' اپنے دل میں ایک خَلِش اور کَسک محسوس کی۔ یہ خَلِش' علومِ نبوت کے تحفظ، دین کو بچانے اور اس کے راستے سے ستم رسیدہ مسلمانوں کو بچانے کی تھی۔

وقت کے یہ اولیاء اللہ ایک جگہ جمع ہوئے اور اس بارے میں اپنی اپنی قلبی واردات کا تذکرہ کیا، جو اس پر مجتمع تھیں کہ اس وقت بقائے دین کی صورت بجز اس کے اَور کچھ نہیں کہ دینی تعلیم کے ذریعے مسلمانانِ ہند کی حفاظت کی جائے اور تعلیم وتربیت کے راستے سے ان کے دل و دماغ کی تعمیر کر کے ان کی بقا کا سامان کیا جائے۔ اور اس کی واحد صورت یہی ہے کہ ایک درس گاہ قائم کی جائے، جس میں علومِ نبویہ ﷺ پڑھائے جائیں اور ان ہی کے مطابق مسلمانوں کی دینی، معاشرتی اور تمدنی زندگی' اسلامی سانچوں میں ڈھالی جائے۔ جس سے ایک طرف تو مسلمانوں کی داخلی رہنمائی ہو اور دوسری طرف خارجی مدافعت، نیز مسلمانوں میں صحیح اسلامی تعلیمات بھی پھیلیں اور ایمان دارانہ سیاسی شعور بھی بیدار ہو''۔ (دارالعلوم دیوبند کے بنیادی اُصول اور مسلک، از حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ، ترتیب وتقدیم، تحقیق وحواشی: حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہ، ص:90-91، طبع: رحیمیہ مطبوعات لاہور، نومبر 2025ء)

www.rahimia.org

Monthly RAHIMIA Lahore CPL No. 59

خوشخبری

’’رحیمیہ مطبوعات لاہور‘‘ کی جانب سے نئی پیش کش: کتاب

دارُالعُلوم دیوبَند

- بنیادی اُصولِ تعلیم وانتظام اور مسلک
- معتدل مکتبِ فکر اور تاریخی تسلسل
- جامعیت پر مبنی مسلک علمائے دیوبند

از حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ (سابق مہتمم دار العلوم دیوبند)

ترتیب وتقدیم، تحقیق وحواشی: حضرت مولانا شاہ مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

زیرِ نظر کتاب حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی -رَحِمَہُ اللّٰہ- کے ان تین مقالات پر مشتمل ہے، جو دار العلوم کے قیام کے مقاصد واہداف اور اس کے مسلک -یعنی: منہج- کی وضاحت کرتے ہیں۔ ہر مقالہ اپنی جگہ پر بہت سے علمی اور فکری نکات کا حامل ہے، جن میں سے ہر نکتہ یقیناً نہ صرف اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے، بلکہ اپنے پسِ منظر میں ایک وسیع دینی تصور کا حامل ہے۔ چناں چہ حضرت قاری صاحبؒ نے بجا طور پر توجہ دلائی ہے کہ ان کی تحریرات نے ولی اللّٰہی بزرگانِ دین کے جس مسلک کے خط وخال بیان کیے ہیں، اس میں مزید رنگ بھرنے کی ضرورت ہے۔

اس لیے اس کتاب کا دین کے سنجیدہ حلقوں میں مطالعہ اور مذاکرہ ہونا ازبس ضروری ہے، جو اخلاص کے ساتھ اپنا فکری رشتہ دار العلوم دیوبند سے قائم کرنے کے خواہاں ہیں۔ اور اس کے علاوہ جو حلقے عصرِ حاضر میں دینی خطوط پر معاشرے کی تعلیم وتربیت کی سوچ رکھتے ہیں، ان کے لیے بھی دین کے صحیح مزاج کو سمجھنے میں یہ مقالات اپنے اندر بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔

ان تحریرات کو عصرِ حاضر میں ولی اللّٰہی علوم وافکار کے محقق ومناد حضرت مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہ العالی نے تسہیل اور مفید حواشی کے ساتھ مرتب کر کے قارئین کے لیے ایک تاریخی ادارے کے اَغراض و مقاصد سے شناسائی کی سہولت بہم پہنچائی ہے۔ اس میں سیکھنے کو ملے گا:

☆ مدارس کے منتظمین اور طلبا کے لیے حکمتِ ولی اللّٰہیہ قاسمیہ پر رہنمائی

☆ علما اور طلبا کے لیے درس وتدریس اور تعلیم وتعلّم کے حوالے سے علمی سرمایہ

☆ عوام کے لیے فہمِ دار العلوم دیوبند کے معتدل مسلک کا واضح تعارف

یہ کتاب 23/36 سائز کے 320 صفحات پر مشتمل مجلد ہے۔ کتاب اس وقت پریس میں ہے اور ایڈوانس بُکنگ جاری ہے۔ **رعایتی قیمت: -/600 روپے**

اپنی کاپی آج ہی بُک کرائیں: رحیمیہ بک شاپ، 33/A کوئینز روڈ لاہور

انچارج: راؤ عتیق الرحمٰن خاں 0332-7203090

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از حضرت مفتی عبدالقدیر شعبۂ دار الافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال پانچ سو گھروں والے گاؤں میں جہاں عرصۂ دراز سے جمعہ کی نماز کا اہتمام ہے اور وہاں شہری سہولیات مثلاً ڈاک خانہ، سڑکیں، بازار، تھانہ، ہسپتال وغیرہ بھی ہیں، لیکن نسبتاً کم اور غیر فعال ہیں، قبائلی عمائدین امن امان کو برقرار رکھتے ہیں، نمازِ جمعہ میں تقریباً 40، 50 لوگ اور عیدین میں تقریباً 400 سے زائد لوگ شرکت کرتے ہیں۔ آج کل وہاں کے کچھ مقامی علما نے جمعہ نماز کی ادائیگی پر اختلاف کیا ہے۔ کیا مذکورہ بالا تفصیلات والے دیہات میں جمعہ کی نماز پڑھنا جائز ہے؟

جواب جس گاؤں یا قصبے میں تمام ضروریاتِ زندگی مہیا ہوں، اس میں ہسپتال، تھانہ اور ڈاک خانہ جیسی سہولتیں بھی موجود ہوں، مزید یہ کہ وہاں ایک عرصے سے نمازِ جمعہ قائم کی جا رہی ہو، ایسے بڑے گاؤں میں جمعہ کی نماز قائم کرنا درست ہے۔ ایسے ہی ایک مسئلے کے سلسلے میں مفتیٔ اعظم حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں: ’’(اگر) اس مقام پر پہلے سے جمعہ قائم تھا تو اب اس کو بند کرنا نہیں چاہیے، جمعہ کی نماز بدستور پڑھتے رہیں‘‘۔

(کفایت المفتی، ج:3 ص:234، طبع: دار الاشاعت، کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

سوال ایک باپ کے تین بیٹے تھے۔ باپ نے اپنی زندگی میں دو بیٹوں کو مین روڈ سے کچھ فاصلے پر زمینیں دیں۔ ان زمینوں کی مقدار زیادہ تھی، لیکن ویلیو (قیمت) نسبتاً کم تھی۔ تیسرے بیٹے کو باپ نے مین روڈ کے قریب والی زمین دی، جو مقدار میں کم تھی مگر اس کی قیمت (مارکیٹ ویلیو) زیادہ تھی۔ باپ کے انتقال کے بعد، جس بیٹے کو مین روڈ کے قریب والی زمین ملی تھی، اس زمین میں کچھ قانونی یا عملی مسائل تھے۔ ان مسائل کی وجہ سے اُسے بہت بڑا مالی نقصان اٹھانا پڑا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ نقصان صرف اُسی بیٹے کو برداشت کرنا ہوگا جس کی زمین میں مسئلہ آیا؟ یا باقی دو بھائی، جنھیں کوئی نقصان نہیں ہوا، کیا وہ بھی اس نقصان میں شریک ہوں گے؟ باپ کو ان مسائل کا علم تھا، مگر اس نے انھیں نظر انداز کیا اور وہ زمین تیسرے بیٹے کو دے دی۔

جواب تیسرے بھائی کی زمین کا جو نقصان ہوا، اس میں باقی دو بھائی شرعاً شریک نہیں ہوں گے، البتہ مرحوم کو چاہیے تھا کہ اپنی اولاد میں برابری کے ساتھ زمینیں تقسیم کرتا، لیکن اگر علم ہونے کے باوجود مرحوم نے مسئلے والی زمین تیسرے بیٹے کو دے دی تو یہ تقسیم غیر منصفانہ تھی اور مرحوم اپنے اس عمل کی وجہ سے گنہگار رہوئے۔ اب مرحوم کے اس گناہ کا ازالہ اور تلافی اس صورت میں ہوسکتی ہے کہ باقی دونوں بھائی تیسرے بھائی کے نقصان کو برابر تقسیم کریں، تا کہ مرحوم آخرت میں مؤاخذہ سے بچ جائے۔ فقط واللہ اعلم

مدیرِ اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع وناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہ نامہ ’’رحیمیہ‘‘ رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔